منتخب اشعار عرفانی امام خمینیؒ

اُردو ترجمہ

عیدنوروز

باد نوروز سے سرمست ہیں کوہ و صحرا
زیب تن عید کی پوشاک کریں شاہ و گدا

بلبل سدرہ نشیں بھی نہیں پہونچا اس تک
اسی مطرب پہ میں نازاں ہوں جو ہے قبلہ نما
صوفیاء وعرفا نے نہیں دیکھا وہ دشت
دست مطرب سے ملے مے، تو ملے راہ صفا
جائیں سب دشت میں یا سوئے چمن عید کے دن
میکدے ہی میں لگاؤں گا میں رخ سوئے خدا
شاہ ودرویش کو نوروز مبارک ہو ، مگر
یاد دلدار کرے آکے در میکدہ وا
گر در پیر خرابات کا رستہ مل جائے
سر کے بل طے کروں یہ راہ میں قدموں کی جگہ

نہ ملا اس کا پتہ، ٹھوکریں کھائیں برسوں
اہل دستار کی صف میں بھی نہ کچھ ہاتھ آیا

حسن اختتام

اٹھ اور مے بھردے ساقیا ہمارے جام کو
جو دل سے دور پھینک دے ہوای ننگ و نام کو
وہ مے انڈیل جام جو میں روح کو فنا کرے
نکال دے وجود سے فریب و مکر و دام کو
خودی سے جورہا کرے، زمام دل کو تھام لے
گرادے نظروں سے خیال منصب ومقام کو
وہ مے جو بزم میکشاں اجنبی کے درمیان
کچل دے جذبہ رکوع و سجدہ و قیام کو
حریم قدس گلرخاں سے رہنا دور ہی کہ میں

جدھر سے آؤں کوئی گل سنبھال لے لجام کو
میں جارہا ہوں بزم بیخودان بے خبر میں اب
نکال آؤں ذہن سے ہر ایک فکر خام کو
تو قاصد سبک روان بحر موت ، پیش کر
امیر بحر پر ہماری مدحت وسلام کو
یہ نقش تہ بہ تہ عدم کیا ہے ختم جام پر
کہ دیکھے پیر دیر میرے حسن اختتام کو

شرح جلوہ

کس کی آنکھوں نے نہ دیکھا رُخ زیبا تیرا　گوش ہر ہوش سنا کرتا ہے نغمہ تیرا
خوان نعمت سے ترے ہیں متنعم ہر ہاتھ　شوق ہر دل ہے کہ پالے اثر پا تیرا
راہی عشق ہوں کیا خرقہ ومسند سے غرض　نقد کونین نہ لے عاشق بینا تیرا
کھوٹے سکوں سے نہ لے مول قد سروقداں　خواب میں دیکھا ہے جس نے قد رعنا تیرا
جس کا تو قبلہ نہیں، رخ وہ کرے کس جانب　کہ حرم میں تو نہیں مسکن وماویٰ تیرا
بزم عشق تو ہر جاہے کہ ہر جاہے تو　کور دل ہے نہ ملے جس کو ٹھکانہ تیرا
اور کیا دیکھ ہی سکتی ہے زمانے کی نگاہ　خم ابرو ترا یا گیسوئے دوتا تیرا
واکیا عشق کا دربند کیا عقل کا در　سر میں جس کے بھی سماتا گیا سودا تیرا

توڑ دوں لوح وقلم مجھ سے یہ ہوسکتا ہے
یہ نہیں ہوگا کہ سمجھا سکوں جلوہ تیرا

آفتاب نیمہٗ شب

اے سراپا لطف ! اے پردہ نشین وبے حجاب
لاکھوں جلوے ہیں ترے پھر بھی ترے رخ پر نقاب
آفتاب نیمہ شب اے مہ نصف النہار　اختر دور از نظر ، بالا ز ماہ وآفتاب

گیسوئے حور جناں ہے تیرے خیمے کی طناب مہر سایہ ہے ترا کیہاں طلایہ دار ہے
تیری حسرت میں ہیں سوزاں جان ہائے قدسیاں
حوریاں خلد کے دل تیری فرقت میں کباب
تو ہے بحر بیکراں اور عالم امکاں سراب تو جلالت کا فسانہ ، تو نمونہ حسن کا
تا سفر آسان ہو میرا سوئے دار الحساب کیا یہ ممکن ہے کہ ڈالے اک نگاہ نیم وا
حسن دل آرا ہے تیرا حسن بخش روئے حسن
اور ترا غمزہ ہے عزرائیل ہر شیب وشباب
دوجہاں کی ساری آبادی فدائے ایں خراب کردیا مجھ کو خراب ایمائے چشم دوست نے

ꕥ

سخن دل

وہ عاشق جمال ہے عیاں ہے اس کے رنگ سے
وہ بے نیاز دل ہے لگ رہا ہے قلب تنگ سے
وہ نرم ہو نہ پائے گا کسی کی نرم بات سے
یہ بات آشکار ہے اسی کے قلب سنگ سے
کبھی بھی دوست باب صلح سے نہ باہر آئے گا
سمجھ گئے ہم آج اس کی ہر ادائے جنگ سے
بتارہا ہے روئے سرخ پی ہے اس نے آج سے
وہ مست ہے یہ لگ رہا ہے دیدۂ قشنگ سے
وہ آج رات قتل عاشقان کا عزم ہے کیے
نہ مجھ سے پوچھئے یہ پوچھ لیجئے خدنگ سے
نہیں عیاں کرے گا ''ہندی'' اس کے راز عشق کو
میں کیا کروں ، یہ راز خود عیاں ہے اس کے رنگ سے

ꕥ

مذہب رنداں

جس کا دل ہو بے نیاز دو جہاں درویش ہے
جو ہو بے پروائے مخفی وعیاں ، درویش ہے
خانقاہ وخرقہ سے ہے مذہب رنداں الگ
جو ہوان دونوں سے بیزاری کناں درویش ہے
وہ نہیں درویش جو پہنے ہے درویشی کلاہ
بلکہ آزاد سر ودستار و جاں درویش ہے
بزم ذکر آراستہ مت کر، کہ ہے ذاکر تو یار
جو کوئی پہچان لے ذاکر کو، ہاں درویش ہے
جو ہجوم عام میں دعوائے درویشی کرے
وہ حقیقت میں نہ باور د زبان درویش ہے
خواہش دل سے کوئی صوفی بنے درویش اگر
اپنی خواہش کا وہ بندہ ہے کہاں درویش ہے

قبلہ محراب

خم ترے ابروئے کج کا قبلہ محراب ہے
تاب گیسو میرے درد دل کا پیچ وتاب ہے
اہل دل کے واسطے بھی ہوں جو آداب دعا یاد دید زلف ورخ منجملہ آداب ہے
جب بھی دیکھا ہے حریفوں کو تو سب باہوش تھے
حلقہ رنداں میں بیداری بھی میری خواب ہے
مدعی علم وعمل کے بحر میں ہے غوطہ زن مستی وبیہوشی رندان مراگرداب ہے
ہر کوئی اپنی خطا پر چاہتا ہے مغفرت
بندگی میں دوست میرا غافر و تواب ہے

عشق کا رستہ نہ چھوڑوں گا قسم معبود کی   تیرا عشق رخ ہمارا جز و خاک و آب ہے
شادی وغم جو مقدر ہے وہ ملنا ہے ضرور
مایۂ عشرت مرا جام شراب ناب ہے

خرقہ تزویر

ہم ہیں اور خرقہ تزویر ہے اور کچھ بھی نہیں
دورخی پاؤں کی زنجیر ہے اور کچھ بھی نہیں
خود پسندی وخود اندیشی وخود بینی سے   جاں ہی کیا روح زمیں گیر ہے اور کچھ بھی نہیں
آہ کیا لے کے گئے بارگہ دوست میں ہم   سر بسر نامہ تقصیر ہے اور کچھ بھی نہیں
رخ زمانے سے پھرایا، کیا میخانہ پسند   دل مرا بستہ بہ تقدیر ہے اور کچھ بھی نہیں
پیش درویش نہیں گر صفت درویشی   وہ ہے اور خلق کی تحقیر ہے اور کچھ بھی نہیں
بے صفا گو کوئی صوفی ہوتو اس کا قبلہ   در مرد زر وشمشیر ہے اور کچھ بھی نہیں
عالم اخلاص نہ رکھتا ہوتو پھر علم اس کا   ''پردہ بر عقل'' کی تفسیر ہے اور کچھ بھی نہیں
بس کتابیں ہی جو عرفان کی پڑھ لے عارف
قیدی لفظ وتعبیر ہے اور کچھ بھی نہیں

پرواز جاں

کوئی رستہ جو سوئے دلبر ہوجائے
مری سوئی ہوئی قسمت مری دمساز ہوجائے
نسیم صبح کو رستہ ملے گر کوئے دلبر میں
دل افسردہ گر اس سروکا ہمراز ہوجائے
جونے درد دل عشاق کا احوال بتلائے
جو غمگین افسردہ گر اس سروکا ہمراز ہوجائے
ترس آجائے مورناتواں پر گر سلیمان کو

جو اہل دل کی محفل میں وہ سرافراز ہوجائے
اسی کے در پہ سر رکھ دوں قدم پر اس کے جاں دے دوں
اگر در کھول دے اور بے نیاز ناز ہوجائے
مرے سر پر ہوتو سایہ فگن اے سروزیبائی
کہ دنیاسے مری جان مائل پر واز ہوجائے

قبلہ عشق

بہار ہے در میخانہ باز لازم ہے
بسوئے قبلہ عاشق نماز لازم ہے
نسیم قدس نے عشاق باغ سے یہ کہا
کہ دو جہاں سے رہو بے نیاز لازم ہے
نہیں پہنچتا ہے دامان سرو تک مرا ہاتھ
بہ بید عاشق مجنوں ، نیاز لازم ہے
ہے غم جودل میں مرے عشق گلعذاراں کا
دوا بہ جام مئے چارہ ساز لازم ہے
نہیں پہنچتا ہے دامان بوستان تک ہاتھ
نظر بہ سروقد سرفراز لازم ہے

دلجوئی پیر

ہاتھ چومو شیخ کے ، اس نے مجھے کافر کہا
محتسب کو دو دعا جس نے رسن بستہ کیا

ہوں در پیر مغاں پر معتکف ، جس نے مجھے
دے کے اک ساغر دو عالم سے مرا دل بھر دیا
آبِ کوثر پی کے میں احسان رضوان کا نہ لوں
تیرے عکس رخ نے مجھ کو حاکم دوراں کیا
پردۂ سرّ ازل اٹھاہے اس کے ہاتھ سے
میری قسمت سے مجھے درویش نے واقف کیا
پیر میخانہ نے اپنے ناخن تدبیر سے
کرلیا مجھ کو مسخر کردیا مجھ کو فنا
پیر میخانہ نے کی اس درجہ دلجوئی مری
مجھ کو یکسر خود مری ہستی سے غافل کردیا

اسرا جاں

ہے پیر میکدہ رستہ میں آنے والا ہے　　گل شگفتہ ہے اک ساتھ بلکہ غنچہ ہے
وہ باغ یمن کا غنچہ جو دوست کی جاں سے　　جہاں کہیں دل آگاہ ہو، مہکتا ہے
بہ موئے عطر فشاں اور بارخ شاداب　　گزر کے خیمہ سے محفل تک آنے والا ہے
ہے خطہ اس کا حقیقت تو خیمہ اس کا مجاز　　وہیں سے خلوت دل میں پہنچنے والا ہے
ترانہ ملک جنت سدا گلزار
کبھی کبھی دل میخوار سے اُبھرتا ہے
دھواں جو اٹھتا ہے سرمست مے کے سینہ سے　　بہ اشک و آہ دل پیر تک پہنچتا ہے
اٹھالے دل سے میرے ہاتھ اب کہ نالہ مرا　　نکل کے دل سے سرشاہ پر برستا ہے
غم فقیر وہ ماہی سے تابہ ماہ گیا　　اسی سے سینہ مہ داغ داغ ہوتا ہے
کمان ابروئے دلدار میں وہ جادو ہے　　کہ راز دل کی کمیں گاہ تک پہنچتا ہے

رازنہاں

افسانہ غم میرا اک راز نہانی ہے
سمجھے گا وہی اپنی ہستی سے جو فانی ہے
خم طرہ گیسو کا تیرے نہ ملا مجھ کو
پائے گا وہی جس نے مرضی تری جانی ہے
ہاں اوربھی اک ساغر میخانہ کے خم سے دے
اس میکدہ میں ساقی ''نہ'' ایک کہانی ہے
دلدار کا دلدادہ ساقی کا شریک غم
اک رند ہے، وہ بھی جو بے زلفوں کی قسم مجھ کو
ہوں دو ترے در سے عشوہ گر ہر جائی
حسرت ترے چہرے کی پیغام رسانی ہے
کوچہ میں ترے آئیں اور جائیں جو گلہ باں
ہوجاؤں میں گلہ باں اب دل میں یہ ٹھانی ہے

خضرراہ

یہ کیا ؟ کہ میکدہ تیری گزر گاہ ہوا
ہمارا نالہ دل تو نہ خضر راہ ہوا
بساط گاہ تری اور خرابہ درویش ؟
خدانخواستہ، کیا تجھ کو اشتباہ ہوا
صفاوہ دل کو عطا کی ہے تیری آمد نے
حصیر فقر ترے دل سے کاخ شاہ ہوا
تھی دور آہ سے جس رات سخت تاریکی
سفیر نور سحر تیرا روئے ماہ ہوا
کہو یہ شیخ سے اس رات وعدۂ جنت

مرے نصیب میں '' تو چاہ یا نہ چاہ ہوا
تو شاہ بزم جمال اور'' ہندی'' بے دل
وہ جو بھی کچھ ہے ترا خاک بارگاہ ہوا

دعویٰ اخلاص

تو آدم زادہ ہے کیوں بھول بیٹھا علم الاسماء
کہاں ہے'' قاب قوسین'' اور کدھر ہے تیرا'' اوادنیٰ''
یہ فریاد ''انا الحق '' بر فراز دار کیا معنیٰ؟
اگر تو ح طلب ہے، کیا ہوئی '' انیت دانا''
الگ کردے یہ خرقہ ہے اگر تو صوفی صافی
گئی تیری کدھر وہ دم زنی با بوق وباقرنا
قلندر زہد مت بیچ ، آبرو اپنی نہ ضائع کر
تو زاہد ہے تو بتلا کیا ہوا ''اقبال بردنیا ''
ہماری بندگی خوب اگر سودا گری ٹھہرے
تو کیا دعویٰ اخلاص ،با ایں خود پرستی با
یہ دھندہ چھوڑدے زاہد ! نہ دے اپنی طرف دعوت
سنا ہے میں نے تیرا ''لاالہٰ'' ''کیا ہوا'' الا؟
ادیب کم نظر ! بس توڑدے یہ لک آلودہ
دل آزاری ذرا کم کر، خدا سے کیوں ہے بے پردا

جلوۂ جمال

قصۂ کوتاہ یار آیا
با گیسوئے مشک بار آیا

در کھول دیا ، نقاب الٹی بے پردہ وہ دیکھو یار آیا
کوئی نہ تھا ساتھ اکیلا آیا یکتا وغریب وار آیا
در غیروں پہ بند کرکے بیٹھا یعنی پے یار غار آیا
میں کھوگیا اس کے حسن رخ میں وہ جلوہ گر از کنار آیا
پردے کو اٹھا کے درمیان سے تا بر سر مے گسار آیا
صبح شب قدر کے عقب میں خورشید جہاں مدار آیا
شمعوں کو بجھا سحر ہوئی ہے خورشید جہاں مدار آیا

رکھ دے یہ قلم ہٹا یہ دفتر
قصۂ کوتاہ یار آیا

جام جم

کہو گلزار خوں سے ہم اہل عشق ہیں، بے دل وغم اسیر ہیں
کریں دستگیری بیدلاں، نگہ کرم کے فقیر ہیں
کسے جا دکھائیں یہ درد ل ، کہیں اور جس کی دوا نہیں
تو ہی اپنا دست کرم بڑھا کہ جو موت آئے تو میر ہیں
تو ہماری بزم میں آ کبھی ، کبھی دل پہ تیر نظر چلا
کبھی دیکھ آکے غلط روی ، کہ ہم آب وگل سے خمیر ہیں
ہمیں تاجران اجل تو ہیں، ہمیں یارگلبن وبرگ کے
وہ جو رند ہیں نہ برہنہ پا؟ وہ ہمارے دل کے بصیر ہیں
وہ جو مے فروش ہیں پاک ہیں،وہیں دل خروش ہیں مست ہیں
وہیں بند گوشی ونظر کیے، وہی پیر پاک ضمیر ہیں
اٹھا سامنے سے یہ جام ہے، نہ لے نام جم نہ لے نام کے
یہ تو زادۂ مہ وسال ہیں، یہ ہماری طرح اسیر ہیں

دریائے فنا

تیرے کوچہ میں رہوں ، یہ مرا عزم دل تھا
جو بھی گزرے وہیں گزرے ، یہ مرا حاصل تھا
حلقہ زلف سے تیرے وہ گرہ کھل جائے   جس کا کھلنا بڑا مشکل ہے ، سدا مشکل تھا
کل ترے ہجر میں ظلمت کدہ میرا دل تھا   تذکرہ تیرا بس اک روشنی محفل تھا
دوست سب مے زدۂ ومست وخراب وبیہوش
بے نصیب اک وہی جو میری طرح جاہل تھا
جس نے ہر قید کو توڑا ، وہ ظلوم اور جہول   اور جو خود آپ سے اور غیر سے بھی غافل تھا
اہل دل کے لئے ہے علم ، فقط ایک حجاب   اس سے باہر جو نکل آیا وہی جاہل تھا
غوطہ زن شوق سے دریائے فنا میں عاشق   بے خبر وہ جو بظلمت کدہ ساحل تھا
عشق کے ساتھ چلا حوزۂ عرفاں سے جو میں
دیکھا، جو کچھ بھی پڑھایا گیا۔ سب باطل تھا

مستی نیستی

محضر شیخ میں کچھ تذکرہ یار نہیں
خانقاہوں میں بھی اس کے کہیں آثار نہیں
مسجد و دیر و کلیسا وکنیسہ دیکھا   کسی گوشہ میں وہاں خانہ دلدار نہیں
ساغر مے میں ہے جو راز نہاں ، اہل خرد   کیا کہیں تم سے ہمیں جرات اظہار نہیں
اپنے راہی کے لئے رمز ہے اک ،عشق کی راہ   آشنا اس سے جہاں میں کوئی ہشیار نہیں
نیستی کی ہے۔ مری جاں میں جومستی اس سے   داد گاہوں کو کہیں جرات انکار ہیں
راہ مستی پہ چل اور ہوش میں آنا نہ کبھی
کہ صف ہوش وراں لائق دیدار نہیں

روئے یار

کس راستہ پہ چل پڑے یہ عاشقان زار
ہے راہ بے کنار، کہاں رکھ رہے ہیں بار
جائیں یہ جس طرف سرکوئے نگار ہے
رکھ دیں جہاں بھی بار ، وہیں ہے درنگار
ساقی کو ہر جگہ نہیں پہچانتے ہیں یہ
یہ جام لیں، مگر جو بڑھے خود ہی دست یار
ساقی کے عشق رخ میں یہ جشن وسرور ہے
ہے اس کے ہجر وصل میں سب زاری ونزار
کھلتے ہیں نور رخ سے اسی کے چمن میں گل
ہے یاد سر وقد میں یہ سب خندہ بہار
دیدار رخ حجاب کے ہوتے کہاں نصیب؟
بارے اٹھا نقاب دکھا روئے گلعدار

بادۂ ہوشیاری

لے جام اور یہ جامۂ زہد و ریا اتار
محراب کردے شیخ ریائی کو واگذار
جا پیر میکدہ کو سنادے ہمارا حال — اک جام دے کے دور کرے سر سے یہ خمار
کشکول فقر ہم کو سر افتخار ہے — اے یار دلفریب ! بڑھا اور افتخار
ہم ریزہ صحبت رند فقیر ہیں — اک غمزہ سے نواز دل پیر جیرہ خوار
ذکر رقیب زہر ہے، یہ ذکر بند کر — یہ زہر کیوں نہ ہو کہ ہے یہ سانپ گنڈے دار
بوس وکنارِ یار نے بخشی مجھے حیات — اب ہجر میں نصیب نہیں بوسہ وکنار
دے دو یہ پیر میکدہ کو انتباہ غم
ساقی نے جام دے کے کیا مجھ کو ہوشیار

عروس صبح

یہ شب جو میری بانہوں میں ہے صورت عروس
رکھنا نہ ایسے وقت دریغ از کناربوس
اے شب! عروس صبح کو بانہوں میں بھینچ لے
امشب کہ تنگ بانہوں میں خفتہ ہے یہ عروس
ہرگز نہ اپنے لب لب شیریں سے میں ہٹاؤں
آنے دوبانگ صبح کو، آئے صدائے کوس
ہوگی نہ آج اذان اڑا دو سرِخروس
امشب کہ میرے حال پہ وہ مہربان ہے
محرومیوں کا اپنی نہیں مجھ کو کچھ فسوس

✻✻✻

جو ہے حامل دل باختہ یہی بل ہے اس کے نیاز میں
یہ بعید ہے کہ وہ ناکسوں کو شریک کرسکے راز میں
کہاں اہل ہوش وخرد کو ہے مرے سوزعشق کی کچھ خبر
کہاں یہ دماغ کہ جھانک لیں درصحن سوزوگداز میں
نہیں یار عربدہ ساز نے اگر اپنے کوچہ میں راہ دی
رہوں مست اپنے نیاز میں، اسے محور ہنے دو ناز میں
ذرا سے کوئی جاکہے دل سوختہ کی خبر تو لے
ہے علاج سوزش عاشقاں تری چشم بندہ نواز میں
چلے ہم تو آتش ہجر میں ، وہ جگر پہ مرہم لطف رکھ
کہ ہے آبشار کرم ترا، ترے دست عشق نواز میں
مرا دردعشق ہے بے دوا نہیں چارہ ساز ترے سوا
ہے دوا تری نگہ کرم ، یہ دوا حرم نہ حجاز میں

مرا کیا نباہ ہو شیخ سے کہ جدا ہیں دونوں کے راستے
میں فدا ہوں اپنے ایاز پر وہ اسیر زلف نماز میں

جلوۂ دیدار

دیکھ ادھر ، تشنہ دیدار ہوں میں
رخ دکھا، عاشق رخسار ہوں میں
عشوہ وناز دکھا کھول زباں — کہ ترا عاشق گفتار ہوں میں
رکھ قدم اپنا مرے بستر پر — میں ہوں دلسوختہ، بیمار ہوں میں
وصل سے کھول میرے دل کی گرہ — جلوہ دکھلا کہ گرفتار ہوں میں
عاشق سر بگریباں ہوں میں — بیخود و مردہ دیدار ہوں میں
قتل کر یا کہ جلا تو جانے — عاشق ویار وفادار ہوں میں
جس کو دیکھو وہ خریدار ترا
اور خریدار ہوں میں

آئینہ جاں

میں درمیکدہ پر پہنچ کے جاں، آیاہوں
اور ٹھکراکے متاع دوجہاں آیاہوں
جاں آئینہ ہستی ہے خبر تھی مجھ کو
اور میں توڑ کے آئینہ جاں آیاہوں
راز ہستی مجھے سمجھا نہ سکا ملک شہود
بہ نہاں خانہ، پئے راز نہاں آیاہوں

جلوۂ رخ ترا مقصود ہے بے منت غیر
کی ہے طے راہ دراز اور یہاں آیاہوں
بحر ظلمات میں اے خضر ! مجھے راہ دکھا
میں پئے چشمہ آب حیواں آیاہوں
بند ہوتی ہے مری آنکھ ، مجھے ہمت دے
تیرے کوچہ میں بہ چشم نگراں آیاہوں
شاد وخوشحال ہوانجام سفر سے ''ہندی''
میں در پیر پہ بابخت جواں آیاہوں

چشم بیمار

خال لب کا ترے اے دوست گرفتار ہوں میں
چشمِ بیمار کو دیکھا ہے تو بیمار ہوں میں

کوس انا الحق کا بجایا ہے کہ مثل منصور — اتنا بیخود ہوں، خریدار سردار ہوں میں
غم دلدار نے بھردی وہ مری روح میں آگ — جاں سے بیزارہوں اورشہرۂ بازار ہوں میں
وار ہے میرے لئے میکدہ کا در شب وروز — مسجد ومدرسہ دونوں ہی سے بیزار ہوں میں
جامہ زہد و ریا پھینک دیا اور پہنا — خرقہ پیر خرابات تو ہشیار ہوں میں
واعظ شہر کی باتوں نے ستایا جو مجھے — رند میخوار کا اب ہمدم وہمکار ہوں میں
یاد بتخانہ کروں اب کہ بت میکدہ نے — خواب سے مجھ کو جگایا ہےتو بیدار ہوں میں

آرزوئیں

میں نے سوچا تھا کہ ہوجاؤں میں آدم نہ ہوا
رہوں میں بے خبر حال دو عالم نہ ہوا
خم کروں سرکو در پیر خرابات پہ میں
تاکہ ہوجاؤں میں اس حلقہ کا محرم ، نہ ہوا
گھر یہ محبوب کو دوں ''خودؔ'' سے میں ہجرت کرجاؤں
تاکہ اسماء کا ہوجاؤں معلم ، نہ ہوا
دوست کے ہاتھ سے شب بھر میں پیوں بادۂ عشق
دل میں لاؤں نہ غم کوثر وزمزم نہ ہوا
بے خبر خود سے رہوں والہ رخسار حبیب — اس طرح ہوکے رہوں روح مجسم ، نہ ہوا
سروپاگوش رہوں اور سروپاہوش رہوں — کہ رہوں تیرے دم گرم سے ملہم ، نہ ہوا
راہ اک سوئے فنا مجھ کو صفا سے مل جائے — تاکہ کہلاؤں وفادار مسلم ، نہ ہوا
کعبہ دل سے ہر اک بت کو نکالوں باہر — تارہوں دوست کی نظروں میں مکرم ، نہ ہوا
دفن سب آرزوئیں ہوگئیں اے نفس خبیث !
میں نے چاہاتھا کہ ہوجاؤں میں آدم ، نہ ہوا

جامہ دراں

دل میں حسرت ہے کہ پیمانہ ترے ہاتھ سے لوں
کہاں لے جاؤں یہ غم، کس سے میں یہ راز کہوں
جان پر، آرزوئے دید میں ، کھیلا ہوں میں
آذر اسپند ہوں، پرواز شمع رخ ہوں
اس کی فرحت سے ہوں اس کنج قفس میں بے جان
لے جایہ دام کہ آزاد میں پرواز کروں

خبث آلودہ یہ خرقہ یہ مصلائے ریا
درمیخانہ ، موقع ہو تو پر زے کردوں
ساغر عشق سے دے یار جو اک جرعہ مے
جان مستی میں الگ خرقہ ہستی سے کروں
ایک غمزہ تو دکھائے تو پلٹ آئے شباب
تو جو چاہے تو میں آفاق سے حد سے گزروں

بوئے نگار

نالہ کناں ہوں میں غم دلدار ہے مجھے
دل فتنہ گاہ آہ شرر بار ہے مجھے
کہہ یار دلفریب سے جاکر ،نقاب اٹھا　تیرے ہی ہجر رخ کا تو آزار ہے مجھے
مجمع میں گلر خوں کے چڑھاؤں گا دار پر　منصور کی فغاں ، جو بہت بار ہے مجھے
دے بادہ میرے جام میں ساقی کہ ہجر یار　بارگراں ہے اک، کہ سربار ہے مجھے
کہتے ہو ، دوستوں پہ در دوست باز ہے　یہ تازہ آرزو نیا آزار ہے مجھے
سمجھا ہے کیا خرابہ پیر مغاں کوتو ؟　بستان یار وہ در و دیوار ہے مجھے
سالک ! رہ سلوک میں پیچھے ہے کس کو تو
ہر کوچہ کوچہ جلوہ گہہ یار ہے مجھے

شمع وجود

وہ دن بھی آئے گا کہ ہم اس گھر سے جائیں گے
شاخ عدم پہ اپنا نشیمن بنائیں گے
شمع وجود یار سے دل کو لگائیں گے
پروانہ وار بال وپر اپنے جلائیں گے

منہ پھیر لیں گے خانقہ وصومعہ سے ہم
ساقی کے در پہ سر پئے سجدہ جھکائیں گے
صوفی کے وعظ سے نہ ہمیں حال آسکا
گیسو یہ تیرے دام ہیں، دانہ ہے خال لب
آزاد دام ودانہ سے خود کو بنائیں گے
کب جائیں گے نہ جانے اب اس بتکدہ سے ہم
بیگانہ گھر سے پشت کب اپنی پھرائیں گے

شرح پریشانی

میں درد چاہتاہوں ، دوا چاہتانہیں ہوں جستجوئے غم میں نوا چاہتا نہیں
عاشق ہوں میں ترا، تر ابیمار عشق ہوں لیکن میں اس مرض سے شفا چاہتانہیں
تیری جفا کو جان کے بدلے خرید لوں ہرگز میں تجھ سے ترک جفا چاہتانہیں
میری نظر میں عین وفا ہے تری جفا بس اس لیے میں تجھ سے وفا چاہتانہیں
''مردہ'' مرا تو ہی ہے، تو ہی ہے مرا ''صفا'' ''مردہ'' کو متصل بہ ''صفا'' چاہتا نہیں
صوفی تو وصل دوست سے اب تک ہے بے خبر
میں ایسے صوفیوں سے صفا چاہتا نہیں
تو ہی مری دعا ہے ، تو ہی ذکر ہے مرا میں کوئی ذکرو فکر و دعا چاہتا نہیں
قبلہ تو میرا تو ہے میں جس سمت رخ کروں قبلہ سے کہہ میں قبلہ نما چاہتا نہیں

جام ازل

ہم عشق زادہ ومتنبائے جام ہیں جاں بازی وخیال بتاں میں تمام ہیں
دلدادہ میکدہ کے ہیں، جاں باز نوش بھی پیر مغاں کے در کے قدیمی غلام ہیں

ہمخواب یار ہوکے تبہ ہجر یار میں　　غرق وصال ہوکے بہ ہجراں مدام ہیں
بے رنگ وبے نوا بھی ہیں، قیدی رنگ بھی　　ہم بے نشاں ہیں پھر بھی طلبگار نام ہیں
درویش سے بھی ، صوفی وعارف سے بھی ہے جنگ
پرخاش دار حکمت و علم کلام ہیں
ممنوع مدرسہ بھی ہیں، مخلوق سے بھی دور　　مہجور اہل ہوش، طرید عوام ہیں
روز ازل سے ہستی ومستی طلب سے دور　　ہمگام نیستی ہیں، فنا میں تمام ہیں

وادی ایمن

میں صحرا میں اہل نظر ڈھونڈتا ہوں
ہوں گم کردہ ، راہبر ڈھونڈتا ہوں
نشاں کچھ نہ اوراق سے میں نے پایا　　میں رندوں کے گھر کی خبر ڈھونڈتا ہوں
ثمر بخش سجادہ خرقہ، نہ مسند　　گلستاں رخ کا ثمر ڈھونڈتا ہوں
میں چھوڑآیا بت خانہ وجام ومسجد　　رہ عشق میں رہ گزر ڈھونڈتا ہوں
میں سوئے ''ہمہ'' ہیچ سے جارہاہوں　　ہوں لغزاں کوئی ہمسفر ڈھونڈتا ہوں
رہ عشق ہے پر خطر، پر خطر ہو　　ہوں عاشق رہ پر خطر ڈھونڈتا ہوں
ہوا آگے اس دیر کہنہ میں بے پر
سفر میں نئے بال وپر ڈھونڈتا ہوں

رازکشائی

بس'' بہت ہوچکی یہ یاوہ سرائی '' بس کر　　خود ستائی وخود انگشت نمائی ، بس کر
لب اظہار نہیں کھولتے اہل اخلاص　　توبھی اب چھوڑ یہ ملبوس ریائی ، بس کر
یاد رکھ ، تیری خطاکاریاں حق جاتا ہے　　حیلہ گر! چھوڑ دے یہ زہد نمائی ، بس کر
بے خدا کتنی شب روز عبادت کی ہے؟　　مان لی کتنی خداؤں کی خدائی ، بس کر

کرچکا شرک تری روح میں اپنا مسکن　　بس کر اب دعویٰ توحید نمائی بس کر
دل شیطان زدہ اور عشق خدا، کیا مطلب ؟　　ہم سمجھتے ہیں تری راہنمائی بس کر

معصیت ایسی عبادت سے کہیں بہتر ہے
میری جان ! چھوڑ دے اب شرک فزائی بس کر
خیل ابلیس سے نسبت نہیں اہل اللہ کو
اے قلم ! خوب ہے یہ راز کشائی ، بس کر

ساغر فنا

جب تک جہاں میں جلوہ ہے تیرے نقش پا کا
جب تک ہے آسماں میں نغمہ تری ندا کا
جب تک کہ جام وہی ہے جب تک ہے عشق و مستی
جب تک ہے دیر و مسجد مرکز تری انا کا
باتوں کا تیری جب تک ہے رنگ اس جہاں میں
جب تک ہے عطر افشاں جھونکا تری ہوا کا
جب تک کہ بولیوں میں شامل ہے تیری بولی
جب تک چھڑا ہے ساز رنگین تری نوا کا
نئے عشق معتبر ہے، نئے عاشقی مؤثق
جب تک نہ تو بنالے خود کو ہدف فنا کا

شمس کامل

جو صف بستہ ہو رندو ! رہبر ما دل آگیا
دیدۂ دل دید کو منزل بہ منزل آگیا

شاخ گل پر پرفشاں بلبل ہے اس کے شوق میں		گل بھی اس کے ہجر رخ میں ہو کے بسمل آگیا
صاعقہ پھر گرنے والا ہے، یہ کہہ دو طور سے		موسیٰ عمراں پئے ابطال باطل آگیا
شپرہ چشمان تیرہ دل کو دے وو آگہی		کوہساروں کے عقب سے شمس کامل آگیا
عرشئہ چرخ چہارم سے دم عیسیٰ کے ساتھ		دلبر مشکل کشا، حلال مشکل آگیا
غم نہ کر اے غرق دریائے مصیبت غم نہ کر		نوحؑ دوراں لے کے کشتی بن کے ساحل آگیا

گلزار جاں

غم دل کس سے کہوں اور کہ غمخوار ہے تو
مجھ سے پھر جائے جہاں پھر بھی مرایار ہے تو

دل کسی کو نہ دوں اور رخ کسی درکا نہ کروں		جب مراد خواب ہے، جب میرو مددگار ہے تو
راہی کوچہ ترا قافلہ سالار بغیر		مجھ کو کیا غم ہے کہ خود قافلہ سالار ہے تو
رخ چمن کا نہ کروں اور نہ میں رہگزر میں جاؤں		تو چمن زار ہے میرا، مرا گلزار ہے تو
درد رکھتاہوں مگر ہے کوئی پرساں نہ طبیب		شاد دل ہوں کہ مسیحا ہے پرستار ہے تو

رباعیات امام خمینیؒ کا منظوم اردو ترجمہ

ایمان

وہ جس کی جگہ ہے نہ فلک پر نہ زمیں پر
کرسی پہ ہے وہ اور نہ وہ عرش برین پر
ایماں کا نہیں اس کے سوا دوسرا مفہوم
جلوہ وہ دکھاتا ہے دل اہل یقین پر

عشق

جس میں نہیں تیری یاد ، وہ دل کیا ہے ؟
تڑپے نہ ترے لیے تو جز گل کیا ہے؟
تجھ تک نہ ملے جانے کا رستہ جس کو
اس شخص کی زندگی کا حاصل کیا ہے؟

قبلہ

بروئے دوست قبلہ ہے میری نماز کا
اور عشق دوست ، پردہ کشا دل کے راز کا
دست نیاز کھینچ لوں دونوں جہاں سے
ملجائے گر اشارہ تری چشم ناز کا

پریشان

جب تک ترا برہان پہ تکیہ ہوگا
یا دفتر عرفان پہ بھروسہ ہوگا
تا عمر فراق دوست میں اے غافل !
بیماری دل کا نہ مداوا ہوگا

ہمراز

یہ رات کہ میخانے کے در باز ہیں سب
یاران خرابات ہم آواز ہیں سب
محبوب ہے پاس کس کو پروائے رقیب
غافل ہیں غم ہجر سے ہمراز ہیں سب

ثنائے حق

ذرات جہاں ، بہ حمد حق گویا ہیں
باذکر فصیح، اسی کے رہ پویا ہیں
دل کور ہیں ہم جو ان کو سمجھیں خاموش
تسبیح کناں ، بہ حمد حق گویا ہیں

بے قرار

یارو! دل پُر شور و نوا کو دیکھو
طوفان کشندۂ بلا کو دیکھو
غافل ہے مرے دل پراگندہ سے
دیکھو ! دل یار بے وفا کو دیکھو

مہجور

راز کوئی اہل حق سے، نا اہل نے لیا، انمول لیا ؟
مردے ! کیوں زندہ دل بن کر مردے کا منہ کھول لیا؟
ہوش میں آ اس خواب گراں سے غافل ہے تو اے مہجور!
خواب گراں بیدار دلوں سے کس لیے تو نے مول لیا؟

دام دل

آیا ہے ، بہ دام شمع پروانہ دل
چھوڑے گا نہ واللہ یہ غم ، خانہ دل
درویشوں کی صف میں نہیں کچھ اس کا مقام
دیوانہ صفت گر نہیں دیوانہ دل

تیرا رسوا

پروانۂ شمعِ رخِ زیبا ہوں ترا
دلباختۂ قامت رعنا ہوں ترا
اے دوست! ترے ہجر میں آشفتہ ہوں
بس رخ سے نقاب اٹھا کہ رسوا ہوں ترا

باغ زیبائی

تیرا رخ حق میں ہمارے ، نور خلوت گاہ ہے
یاد رخ تیری فروغ قلب ناآگاہ ہے
باغ زیبائی کا ہے یکتا وہ اک سروبلند
کس طرح دیکھیں کہ اپنی ہی نظر کوتاہ ہے

فکر راہ

نہ ہوگی ہم سے اطاعت چلو گناہ کریں
ہٹا دو مدرسہ رخ سوئے خانقاہ کریں
صدائے ساز انا الحق تو ہے مے رہ منصور
سہارا چاہیئے یارب کہ فکر راہ کریں

دور پھینک

فرہاد ہو، جا اور الٹ دے یہ پہاڑ
لے تیشہ عشق اور اسے جڑ سے اکھاڑ

جلوہ بھی ہے طور بھی ! تو موسیٰ بن کر
اک اس کے دل میں جو بستی ہو، اجاڑ

مفتوں

دیوانہ ہو، اس عقال پا کو واکر
طاؤس ! نکل کے زاغ کو رسوا کر
دیوانہ بتائے گا نہ حال دل وعقل
مفتوں عقال وعقل کو پیدا کر

ایک نظر ادھر دیکھ !

اے شادی دل ، غصہ دل، اے غم دل !
اے زخم دل غمزدہ، اے مرہم دل !
اک ذرہ ناچیز پہ کر ایک نظر
آفاق پہ لہرائے ذرا پرچم دل

چراغ

تو عقدہ کشائے دل دیوانہ ہے
رخ کی ترے ضو چراغ کا شانہ ہے
یہ پردہ اٹھاکہ راہ مل جائے تری
اب تک ترے رخ سے آنکھ بیگانہ ہے

اے مہر!

اے مہر! کر طلوع ، کہ ہم سب ہیں محو خواب
برداشت تیرا ہجر ہو، لائیں کہاں سے تاب
ہر سو ہے تیرا نور ہمیں کیا دکھائی دے
ہیں چشم شپرہٗ پہ تو پیدائشی حجاب

کوئے غم

نہیں کچھ اور ، ترے عشق سے دوچار ہیں ہم
ہے دل میں یاد ترے رخ کی، سوگوار ہیں ہم
قبول کر ہمیں یا دور کر برابر ہے
کہ ترے غم میں بہر حال پائدار ہیں ہم

محفل دوست

بس، محفل دوست میں دھواں ہے اور دم
اور حلقہ صوفی میں نہ ''لا'' ہے نہ ''نعم''
ہے حسرت غم ، یا ہے تمنائے خوشی ؟
جا اور کہیں یاں نہ خوشی اور نہ غم

خارراہ

یہ فلسفہ ، جس کو علم اعلیٰ سمجھا
ہر علم سے سربلند وبالا سمجھا
یہ خار رہ سالک عاشق بھی نہیں
تو زیب دہ عرش معلیٰ سمجھا

نقطۂ عطف

خم کھول کہ منتظر ہیں مستاں
مت دیکھ سوئے ہوا پرستاں
کر مجھ سے قبول رمز مستی بن طفل بہ حلقہ دبستان
آرام دہ گل صفا رہ بن ابر بہاری گلستان
تاریخ جمال کا ہو اک جز سن گفتگوئے ہزار دستان
پیمانہ اٹھا کر نغمہ خوان ہوجا، جانب بزم تنگدستاں
اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی
میں شاہد شہر آشنا ہوں
میں شاہ ہوں، عاشق گداہوں
فرماں وہ جمع عاشقاں ہوں فرماں بر یار بے وفا ہوں
ہے شہر سے آگے میرا شہرہ بازیچہ دور و آشنا ہوں
سرمست شراب ناب ہوں میں میں کشتہ ہجر دلربا ہوں
سازندہ دیر عاشقاں ہوں بازندۂ رند بے نوا ہوں
نے سے ہی نہیں، زباں و دل سے اور روح ورواں سے نغمہ زا ہوں
اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

ایک راز ہے میری آستیں
یہ راز نہیں ہے عقل ودیں میں
ہوں زمرۂ عاشقاں میں سرمست میں کیوں پڑوں عار صلح وکیں میں
شامل صف طیر آسماں میں ہوں حلقہ نملہ زمیں میں

سمجھے مجھے عاشقاں ''چناں'' میں جانے مجھے سالکاں چنیں میں
دلباختہ جمال دلبر بے لطف ہوں روضہ بریں میں
ہے غمزۂ گل رخاں نظر میں کیوں گم رہوں ناز حوعین میں
کہتی ہے یہ میری بے زبانی ہوں محو، بتاں نازنین میں
اے نقطۂ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

اک رند کے دل سے آہ نکلی
تھی اس کو تلاش دستگیری
لایا گیا اس کو پیر کے پاس اور عشق سے اس نے توبہ کرلی
پھر لایا نہ لب پہ عشق کانام زندہ ہوا دل بہ فیض پیری
درویش صفت اگر نہیں تو پھر خیر نہیں ہے تیرے دل کی
میخانہ نہیں ہے فخر کی جا ہے جائے معاصی وخموشی
کہہ حلقہ دوستاں میں با ناز آہستہ ، مگر بصد دلیری
اے نطفہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

اے پیک صدائے آسمانی
اے رمز ندائے جاودانی
اے قلۂ کوہ عاشق وعشق اے مرشد ظاہر ونہانی
اے جلوۂ کامل اناالحق در عرش بلند ایں جہانی
اے موسیٰ برق دیدۂ عشق اے شاہد لا طور ومعانی
اصل شجر اک ظہور تیرا در پردۂ سر سر مدانی

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

ﷺ

دیکھے ہے نگاہ ابن آزر
مغرب سے طلوع حق کا منظر
گلشن ہے ترے فراق کی آگ اور بردو سلام سوز اخگر
پردہ رخ یار سے ہٹا دے دکھلادے وہ روئے گل مصور
نور رخ گلعذار سے اب ہے شہر قلندراں منور
آشفتہ ہوئی جو زلف اس کی تھا گل کی طرح جہاں معطر
درویش کے گوش جان ودل میں کہہ دے یہی اک سخن مکرر
اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

ﷺ

منجملہ سالکان درویش
کچھ رند صبور و دور اندیش
کچھ زاہد خشک جام برکف وہ مے زدکان فارغ از خویش
زاہد تو بنے ہیں اور مے نوش ! شکلیں علماء کی اور بدکیش
بیگانہ راہ دوست یہ لوگ یانوش ہے ان کے پاس یا نیش
اک جام میں فارغ جہاں ہیں در خلوت میکشان دل ریش
ہیں لاف زنان کیف و مستی برپاک دلان مردہ ، از پیش
اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

ﷺ